AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

عہدِ رسالت ﷺ کے معلمین کے انتخاب کا طریقِ کار: اخلاقی، علمی اور تنظیمی پہلوؤں کا تحقیقی مطالعہ

. Criteria for Teacher Recruitment in Early Islam: An Analytical Review of Prophetic Practices and Their Modern Relevance

Muti ullah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Pakistan.Email: muttiullahbwn@gmail.com
Dr. Muhammad Sohaib Jameel
Lecturer, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Pakistan, Email: sohaib.jameel@iub.edu.pk

Abstract

This study presents a critical examination of the systematic principles and rigorous criteria that governed the appointment of educators and teachers during the Prophetic era. Moving beyond a mere historical overview, it posits that the Prophet Muhammad's ﷺ methodology established a paradigmatic framework for human resource development in the educational sector, one that integrated spiritual integrity with pragmatic competence. Through an analytical review of primary Seerah sources, the article elucidates a multifaceted appointment policy based on core pillars: demonstrated knowledge ('Ilm) and understanding (Fiqh), impeccable moral character (Akhlaq), verified pedagogical aptitude (Taqwa wa Husn al-Tadrees), and strategic contextual suitability. It further explores how these appointments were deliberate instruments of statecraft and community building, tailored to specific tribal, cultural, and instructional needs. The research concludes that this Prophetic model offers a timeless, holistic alternative to contemporary credential-centric selection processes, advocating for a balanced emphasis on ethical virtue, professional capability, and social consciousness in shaping educational systems. The findings contribute to ongoing discourses in Islamic educational theory, ethical leadership, and the reform of teacher recruitment paradigms.

Keywords: Prophetic Pedagogy, Teacher Appointment in Islam, Seerah and Education, Islamic Educational Principles, Merit and Ethics in Teaching, Human Resource Development in Early Islam, Islamic Leadership Model, Educational Policy, Teacher Competencies, Classical Islamic Education

تمہید

انسانی تاریخ میں تعلیم وتربیت کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے، لیکن عہدِ رسالت ﷺ نے تعلیمی عمل کو ایک منظم اور ہدفمند نظام کی شکل عطا کی۔ آپ ﷺ کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد تعلیم وتزکیہ تھا، جس کے تحت معلمین کی تقرری کو نہایت سنجیدگی اور دوراندیشی سے سرانجام دیا گیا۔ یہ تقرریاں محض انتظامی اقدام نہیں تھیں، بلکہ یہ نفسیاتِ انسانی، فردی صلاحیتوں اور اجتماعی ضروریات کے گہرے شعور پر مبنی تھیں۔ سیرتِ طیبہ کے صفحات گواہ ہیں کہ معلمین کے انتخاب میں علم وعمل کی جامعیت، اخلاقی دیانت، تبلیغی حکمت اور قیادتی صلاحیتوں کو بنیادی معیار قرار دیا گیا۔ اس مضمون میں ہم عہدِ نبوی ﷺ میں معلمین کے تقرر کے انہی اصولوں اور معیارات کا تجزیہ کریں گے، جنہوں نے نہ صرف عرب معاشرے میں تعلیمی انقلاب برپا کیا، بلکہ آج کے تعلیمی وانتظامی نظاموں کے لیے بھی لازوال رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

تعلیم وتربیت، نبی اکرم ﷺ کے مقاصدِ بعثت میں ایک مرکزی اور اساسی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس عظیم ذمہ داری کو نہایت حکمت، محنت اور جامعیت کے ساتھ سرانجام دیا۔ اپنی تربیتی مساعی کو وسعت دینے کے لیے، آپ ﷺ نے اپنے تربیت یافتہ صحابہ کرام کو مختلف علاقوں اور قبائل میں معلم ومربی کی حیثیت سے روانہ فرمایا۔ یہ تعیناتی محض ایک انتظامی اقدام نہیں، بلکہ ایک انتہائی سوچی سمجھی اور حکمت آمیز حکمت عملی تھی، جس میں متعین کیے جانے والے فرد کی علمی صلاحیت، تعلیمی اہلیت، خلوصِ نیت اور تبلیغی دلنشینی کو بنیادی معیار بنایا جاتا تھا۔ سیرتِ طیبہ کا یہ پہلو نہ صرف آپ ﷺ کے تعلیمی نظریے کی عکاسی کرتا ہے، بلکہ آپ ﷺ کی دوررس حکمتِ عملی، گہری نفسیاتی بصیرت اور افراد کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق شناخت کرنے کی غیر معمولی صلاحیت پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ اس سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ معیاری تعلیم کے فروغ کے لیے صرف علم ہی کافی نہیں، بلکہ معلم کے اخلاق، نیت اور تربیتی صلاحیتوں کا ہونا بھی ناگزیر ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ أَيْتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ﴾[1]

اور اے ہمارے رب، انہی میں سے ایک رسول ان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرما، جو تیری آیات انہیں پڑھ کر سنائے اور انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دے۔

اسلام ایک ایسا مکمل، ہمہ گیر اور جامع نظامِ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے۔ انسانی وجود کے فردی واجتماعی، مادی وروحانی، اور دنیوی واخروی ہر پہلو کے لیے اس میں رہنمائی موجود ہے۔ یہ ہدایتِ الٰہیہ کی تکمیل اور اس کا عملی نمونہ ایک ایسی مقدس ہستی کی صورت میں انسانیت کے سامنے آیا، جو بے شمار سیرت وصفات کی حامل تھی۔ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی بذاتِ خود ایک کامل نمونہ تھی، اور آپ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ سے پھوٹنے والی تعلیمات کی روشنی محض ایک مخصوص دور یا خطے کے لیے نہیں، بلکہ رہتی دنیا تک کے لیے تمام انسانیت کے راستے کو منور کرنے والی ایک زندہ وجاوید مشعل ہے۔ یہ تعلیمات نہ صرف اخلاقیات وعبادات کا احاطہ کرتی ہیں، بلکہ معاشرتی انصاف، معاشی توازن، خاندانی نظام اور تہذیبی بلندی کے لیے بھی ایسے ابدی اصول فراہم کرتی ہیں جو ہر زمانے کی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[2]

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ: ایک جامع نمونۂ حیات اور نفسیاتِ انسانی پر مبنی قیادت کا اعلیٰ معیار

سیرتِ رسول اکرم ﷺ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ایک مکمل رہنما اصول فراہم کرتی ہے۔ یہ صرف مذہبی تعلیمات تک محدود نہیں، بلکہ معاشرتی تنظیم، سیاسی قیادت، تعلیمی نظام، معاشی پالیسی، اور حتی کہ عسکری حکمت عملی تک کے لیے واضح ہدایات پر مشتمل ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارک کہ ایک ہمہ گیر قیادت کی حامل تھی، جو بیک وقت بادشاہ، حکمران، سپہ سالار، معلم، غریب پرور، سرمایہ کار، عابد، امام اور رہبر کی صفات کا مرقع تھی۔ اس کثیر الجہت شخصیت میں معاشرے کے ہر فرد کے لیے راہنمائی موجود ہے۔

سیرتِ مطہرہ کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسانی نفسیات اور فردی صلاحیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ذمہ داریوں کی تفویض کی۔ یہ ایک ایسا اعلیٰ اصول تھا جس کے تحت آپ ﷺ نے ہر شخص کی استعداد، اہلیت اور خلوصِ نیت کو جانچ کر اس کے مناسب منصب پر فائز فرمایا۔ تاریخی مصادر و مآخذ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی جانب سے عطا کردہ عہدے، خطابات اور ذمہ داریاں ہمیشہ متعلقہ فرد کی صلاحیتوں کے عین مطابق ہوا کرتی تھیں۔

صحابہ کرام کی تعیناتی میں اہلیت کا معیار: عملی مثالیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ.

آپ ﷺ نے انہیں ”صدیق“ کا لقب عطا فرمایا، جو ان کے پورے وجود میں سرایت کرنے والی ”صداقت“ کی عکاسی کرتا تھا۔ انہیں امیر الحج مقرر کرنا، امامت کی ذمہ داری سونپنا، اور دیگر اہم مناصب پر فائز کرنا، ان کی مربوط قیادتی اور دینی صلاحیتوں کے پیش نظر تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

” فاروق“ کا لقب ان کی حق و باطل میں تمیز کرنے کی غیر معمولی صلاحیت کی علامت تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد:

»لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ«

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے

ان کی دینی و دنیاوی بصیرت کی اعلیٰ ترین سند ہے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

"ذوالنورین" کا لقب ان کے دوجہاں کی روشنیوں سے منور ہونے کی علامت تھا، جبکہ ان کی مشہور ”حیا“ ان کی شخصیت کا نمایاں وصف تھی، جسے آپ ﷺ نے خود بیان فرمایا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ.

آپ ﷺ نے انہیں یہ کہہ کر ممتاز فرمایا:

أقضاهم عليّ«

سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں

جو ان کی گہری فقہی و قضائی صلاحیت کی مظہر تھی۔

تعلیمی نظام میں اہلیت پر مبنی تقرریوں کا نفاذ

سیرتِ طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف صحابہ کرام کو ان کی علمی استعداد، فہم و فراست، اور تدریسی صلاحیتوں کے پیش نظر معلم کی حیثیت سے مختلف قبائل و علاقوں میں روانہ فرمایا۔ یہ ایک منظم تعلیمی پالیسی کا حصہ تھا، جس کا مقصد ریاستی، معاشرتی اور دینی اقدار کو مؤثر طریقے سے عوام تک پہنچانا تھا۔ معلمین کا انتخاب محض رسمی نہیں تھا، بلکہ ان کی ذہنی، اخلاقی اور تعلیمی قابلیت کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جاتا تھا، کیونکہ تعلیم ہی وہ بنیادی ذریعہ ہے جس کے ذریعے کسی بھی ریاست کے ثقافتی، اخلاقی اور نظامی ڈھانچے کو مستحکم کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إنما بعثت معلما))[3]

بلاشبہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے نزدیک تعلیم اور معلمین کا کردار کتنا اہم تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے دعوتِ اسلامی کے آغاز ہی سے ایک منظم نظامِ تعلیم و تدریس قائم فرمایا، جس میں ایسے معلمین مقرر کیے گئے جو علم، تقویٰ، فہمِ دین، بلاغتِ بیان، اور اصلاحِ نفس میں نمایاں تھے۔ یہ حضرات نہ صرف قرآن و سنت کے معلم تھے بلکہ معاشرتی اصلاح، روحانی تربیت اور عملی قیادت کے ستون بھی تھے۔ اس نظام میں معلمین کی تقرری کے لیے واضح اصول اور معیارات وضع کیے گئے تھے۔

تعلیمی وتربیتی نظامِ نبویؐ کی اساس بعثتِ محمدی ﷺ کا بنیادی مقصد صرف وحیِ الٰہی کی تبلیغ نہیں بلکہ ایک ایسے جامع نظامِ تعلیم وتربیت کا قیام تھا جو انسان کے فکر، کردار اور معاشرت تینوں کو سنوار دے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾[4]

یہ آیت تعلیم وتربیت کے تین بنیادی مراحل کو واضح کرتی ہے۔ تلاوتِ آیات فکری وروحانی بیداری، تزکیہ اخلاقی وباطنی تربیت۔

تعلیمِ کتاب وحکمت علمی و عملی رہنمائی:

رسول اکرم ﷺ نے ان تینوں پہلوؤں کو اپنی تعلیمی پالیسی کا مرکز بنایا۔ آپ ﷺ نے ایسے معلمین کو منتخب فرمایا جو نہ صرف علم کے ماہر تھے بلکہ تقویٰ، حلم، حکمت اور اخلاقِ صالحہ میں بھی کامل تھے۔ یہ معلمینِ نبویؐ دراصل نظامِ تعلیمِ اسلامی کے اولین نمائندے تھے جن کی تقرری واضح اصولوں کے تحت کی گئی۔ معلم انسانیت نے بعثت کے بعد تعلیم وتربیت پر بہت توجہ دی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے بڑی تعداد میں شاگرد پیدا ہو گئے۔ یہ تلامذہ جلد ہی بڑے معلم اور مربی کے طور پر معروف ہو گئے۔ ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق ؓ، عمر فاروق ؓ، عثمان غنی ؓ، علی المرتضیٰ ؓ، معاذ بن جبل ؓ، ابو موسیٰ اشعری ؓ، مصعب بن عمیر ؓ، ابی بن کعب ؓ، عبد اللہ بن مسعود ؓ، زید بن ثابت ؓ، عبادہ بن صامت ؓ، سعد بن ابی وقاص ؓ، جابر بن عبد اللہ ؓ، ابو ہریرہ ؓ، ابو سعید خدری ؓ، عبد اللہ بن عباس ؓ، ابو درداء ؓ، ابو عبیدہ بن الجراح ؓ اور انس بن مالک ؓ وغیرہ اور خواتین میں حضرت عائشہ ؓ، ام سلمہ ؓ وغیرہ۔[5]

ان عظیم معلمین کے لیے معلم اول اور مرجع اساسی معلم انسانیت میں ہی تھے۔ ان معلمین کو حالات واقعات کے مطابق آپ ﷺ مدینہ منورہ سے باہر مختلف مقامات پر تعلیم و تدریس کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ آپ ﷺ تعلیم و تدریس کے لیے فرد شناسی کا مظاہرہ

کرتے ہوئے ایسے افراد کا انتخاب کرتے جو معلمانہ اوصاف سے متصف ہوتے یعنی نبی ﷺ تعلیمی امور کے لیے ایسے افراد کا تقرر کرتے جن میں تعلیمی قابلیت اور معلمانہ اہلیت بدرجہ اتم موجود ہوتی۔

معلمین کے تقرر کے اصول ومعیارات

نبی اکرم ﷺ کے دورِ مبارک میں معلم کا تقرر ایک نظامی واخلاقی ذمہ داری کے طور پر ہوتا تھا۔ اس کے لیے چند بنیادی معیارات مقرر کیے گئے جن کی بنیاد وحی، سنتِ نبویؐ اور فہمِ دین پر تھی۔ ذیل میں معلمین کے چند اصول ومعیارات ذکر کیے جاتے ہیں:

علمی اہلیت ، معلم کے انتخاب میں سب سے پہلا اور اہم معیار علمی اہلیت تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو معلم نہیں بنایا جو اپنے مضمون میں ماہر نہ ہو۔ مثال کے طور پر عبادہ بن الصامت کو قرآن اور لکھنا سیکھانے کے لیے اس لیے منتخب کیا گیا کیونکہ وہ قرآن میں بہت ماہر تھے اور انہیں خوبصورت لکھائی آتی تھی۔

دینی بصیرت اور ایمان ، سادہ علمی معلومات کافی نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ اپنے معلمین میں دینی بصیرت اور قوی ایمان کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ معاذ بن جبل کے بارے میں یہ حدیث مشہور ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ))[6]

اور حلال وحرام کے سب سے بڑے جان کار معاذ بن جبل ہیں۔

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میری امت میں حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جس فن میں حلال وحرام کے احکامات بیان کئے جائیں اسے علم فقہ کہتے ہیں، تو گویا آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فقہ کا بڑا ماہر قرار دیا۔ یہ فقہ صرف حفاظت روایات نہیں تھی بلکہ دین کو سمجھنے اور اسے لوگوں تک پہنچانے کی صلاحیت تھی۔

نیت کا اخلاص، رسول اللہ ﷺ نے معلمین میں سب سے زیادہ نیت کی پاکی کو اہمیت دی۔ ایک حدیث میں ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ))[7]

اے اللہ! میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے، اور اس دعا سے جو سنی نہ جائے، اور اس دل سے جو (اللہ سے) نہ ڈرے، اور اس نفس سے جو آسودہ نہ ہوتا ہو۔

رسول اللہ ﷺ جب کسی کو معلم مقرر کرتے تھے تو پہلے انہیں وصیت کرتے تھے کہ خالص اللہ کی رضا کے لیے کام کریں۔ جیسے:

((سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: لَمَّا بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى نَحْوِ أَهْلِ الْيَمَنِ، قَالَ لَهُ: إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ تَعَالَى فَإِذَا عَرَفُوا ذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا صَلَّوْا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ غَنِيِّهِمْ، فَتُرَدُّ عَلَى فَقِيرِهِمْ فَإِذَا أَقَرُّوا بِذَلِكَ، فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ))[8]

جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تم اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس جارہے ہو۔ اس لیے سب سے پہلے انہیں اس کی دعوت دینا کہ وہ اللہ کو ایک مانیں (اور میری رسالت کو مانیں) جب وہ اسے سمجھ لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ نے ایک دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جو

ان کے امیروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں کو لوٹا دی جائے گی۔ جب وہ اس کا بھی اقرار کرلیں تو ان سے زکوٰۃ لینا اور لوگوں کے عمدہ مال لینے سے پرہیز کرنا۔

اچھا کردار اور اخلاق، معلم کو نہ صرف علم میں ماہر ہونا چاہیے بلکہ اس کا کردار بھی بلند ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا))[9]

اور میں تو ایک معلم بن کر بھیجا گیا ہوں۔

اور خود آپ ﷺ کا کردار ہی آپ کی تعلیم کا بہترین ثبوت تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾[10]

اور تم بیشک بہت بڑے کردار پر ہو۔

شاگردوں کی ضروریات کو سمجھنا، ایک اہم معیار یہ تھا کہ معلم شاگردوں کی نفسیات اور ضروریات کو سمجھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف قسم کے شاگردوں کو پڑھانے کے لیے مختلف قسم کے معلمین مقرر کیے۔

مثال کے طور پر، جو معلم نئے ایمان والوں کو پڑھاتے تھے ان میں صبر اور شفقت ہونی ضروری تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنے سب سے قریبی اور نرم دل ساتھیوں کو یہ کام دیا۔ اسی طرح علم و فہمِ قرآن و سنت، تقویٰ، حلم، حکمت اخلاقِ یہ وہ اصول و معیارات تھے جن کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے معلمین کا تقرر فرمایا تھا۔ ابن ہشام لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو تعلیم یا دعوت کے لیے بھیجتے تو اس کے علم، دیانت اور فہمِ قرآن کو ضرور پرکھتے تھے۔[11]

ذیل میں معلمین کے عہدوں پر فائز ہونے والے نامور صحابہ کرام اور ان کی عظیم کارکردگی کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت مصعب بن عمیرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لیے پہلا معلم مقرر فرمایا۔ ان کی فہمِ قرآن، حسنِ بیان اور دعوتی بصیرت نے انہیں اس منصب کے لیے موزوں بنایا۔ انہوں نے دارِ اسعد بن زرارہؓ میں تعلیمِ قرآن کا مرکز قائم کیا اور ان کی تعلیم کے نتیجے میں مدینہ کے بڑے قبائل (اوس و خزرج) مسلمان ہوئے۔ مصعب بن عمیرؓ کے ذریعے مدینہ کے بیشتر سردار ایمان لائے اور انہوں نے نبی ﷺ کے لیے راستہ ہموار کیا۔[12] گیارہ نبوی بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد اہل مدینہ نے ایک تربیت یافتہ معلم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا ہمارے ساتھ کسی ایسے آدمی کو بھیجیں جو ہمیں دین سکھائے اور قرآن پڑھائے آپ ﷺ نے فردشناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جس شخصیت کا انتخاب کیا وہ مصعب بن عمیر تھے۔ جو بہترین معلمانہ اوصاف کے حامل تھے۔ ابن اسحاق کی روایت ہے:

جب انصار بیعت کے بعد واپس پلٹے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں۔[13]

نبی کریم ﷺ کی طرف سے مصعب بن عمیر کا معلمانہ تقرر نبوی ﷺ کے اصول و معیارت پر دلالت کرتا ہے۔

پروفیسر یسین مظہر صدیقی مصعب بن عمیر کے انتخاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

کبار صحابہ اور سابقین اولین میں حضرت مصعب بن عمیر کا انتخاب ظاہر کرتا ہے کہ محض ان کی سبقت اسلام اور شخصی و خاندانی وجاہت کے سبب نہیں ہوا تھا۔ وہ یقیناً سابق صحابی تھے اور انہوں نے اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دی تھیں لیکن ان سے کہیں زیادہ سبقت اور قربانی کا شرف رکھنے

والے صحابہ موجود تھے۔ ان کا انتخاب صرف اس بنا پر کیا گیا تھا کہ وہ مجموعی اعتبار سے اس منصب عظیم کے لیے موزوں ترین تھے۔ 14 حضرت مصعب بن عمیر مقری (استاد) کے نام سے معروف ہو گئے۔ ان کی علمی بصیرت، عقل و دانش اور معلمانہ اوصاف کی بنا پر بنی عبد الاشہل کے دونوں سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور ان کے قبول اسلام کا یہ اثر ہوا کہ شام تک سعد بن معاذ کا سارا قبیلہ اسلام لے آیا۔ سوائے ایک آدمی کے جس کا نام امیر تھا اس کا اسلام جنگ اُحد تک موخر ہوا۔ نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ معلم مصعب بن عمیر کی تعلیم کی وجہ سے نبوت کے تیرہویں سال کے ایام حج تک انصار کا کوئی ایسا گھرانہ باقی نہ بچا کہ جس میں چند مرد اور عورتیں مسلمان نہ ہو چکی ہوں۔ صرف بنی امیہ بن زید اور خطمہ اور وائل کے چند مکانات باقی رہ گئے تھے۔ 15

الغرض نبی کریم ﷺ کی طرف سے مصعب بن عمیر کا تقرر نبوی فرد شناسی اور آپ ﷺ کے معلمین کی تقرری کے اصولوں پر دلالت کناں ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ایسے معلم کا انتخاب کیا جس نے مدینہ میں انقلاب برپا کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ:

ہجرت مدینہ سے قبل مدینہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم بحیثیت معلم قرآن ذمہ داریاں ادا کرتے رہے، حضرت براء بن عازب کا بیان ہے:

((أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانَا يُقْرِئَانِ النَّاسَ))16

ہمارے ہاں سب سے پہلے مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم آئے اور یہ حضرات لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا بطور معلم قرآن تقرر نبوی ﷺ کی فروشناسی اور معلیمین کے انتخاب کے اصول و معیارات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کی اشاعت و تعلیم کے لیے ایسے شخص کا انتخاب کیا جو قرآن مجید پر کامل دسترس رکھتا ہو۔ عبداللہ ابن ام مکتوم قدیم الاسلام ہیں۔ آپ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہی قرآن مجید حفظ کرنے اور سیکھنے میں مشغول ہو گئے تھے۔ آپ کی عزت و تکریم میں سورہ عبس کی ابتدائی سولہ آیات کا نزول ہوا۔ آپ کو مؤذن مدینہ الرسول ﷺ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو غزوات کے موقع پر بارہ یا تیرہ مرتبہ جانشین (امام) ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

حضرت رافع بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ :

رافع بن مالک انصاری ازرقی کو نبی کریم ﷺ نے اپنے قبیلے خزرج کی شاخ بنی زریق کا معلم و نقیب بنایا اور آپ کو سورہ یوسف اور جس قدر قرآن مجید نازل ہوا تھا عطا فرمایا۔ حضرت رافع اس قرآن کے ساتھ مدینہ آئے۔ انہوں نے اپنی قوم کو اپنے ہاں جمع کیا اور ان کو قرآن سنایا۔ رافع بن مالک چھ سرداروں میں بھی تھے اور بارہ سرداروں میں بھی تھے اور ستر سرداروں میں بھی تھے یعنی مکہ آنے والے مدینہ کے پہلے چھے مسلم افراد، بیعت عقبہ اولی اور بیعت عقبہ ثانیہ میں موجود تھے۔ ہجرت مدینہ سے پہلے مدینہ میں بہت کم پڑھے لکھے افراد تھے البتہ چند لوگ پڑھ لکھ سکتے تھے کہ جن میں چند سے ایک رافع بن مالک بھی تھے۔ حضرت رافع بن مالک میں معلمانہ اور قائدانہ اوصاف موجود تھے۔ ان اوصاف معلمانہ کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے آپ کو سورہ یوسف اور قرآن مجید جس قدر نازل ہوا تھا عطا فرمایا اور نقیب و معلم کی ذمہ داری سونپی اور رافع بن مالک نے اپنی ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا۔ آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد، رافع بن مالک کی تعلیمی و دینی خدمات کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

حافظ ابن حجر ہی یہ لکھتے ہیں :

حضرت رافع بن مالک نے مدینہ سے واپس آنے کے بعد ہی اپنے قبیلہ کے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم پر آمادہ کیا اور آبادی میں ایک بلند جگہ (چبوترہ) پر تعلیم دینی شروع کی۔ مدینہ میں سب سے پہلے سورہ یوسف کی تعلیم حضرت رافع نے ہی دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت رافع کی دینی و تعلیمی خدمات کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ 17

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ :

نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں معاذ بن جبل کو دو مرتبہ بطور معلم مقرر فرمایا تھا ایک بار مکہ مکرمہ اور دوسری مرتبہ یمن میں۔ فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے اعتاب بن السید ﷺ کو مکہ کا امیر بنایا تو معاذ بن جبل کو وہاں دینی تعلیم دینے کے لیے مامور فرمایا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے ان کو ملک یمن کے علاقہ جند کا امیر و معلم بنا کر روانہ فرمایا۔

حضرت معاذ بن جبل کے حوالے سے امام طبری لکھتے ہیں:

وہ ایک تحصیل سے دوسری تحصیل، ایک ذیلی تعلیمی عہدیدار کے علاقہ کے بعد دوسرے عہدیدار کے علاقے میں جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے معاذ بن جبل کا تعلیمی امور پر ان کی علمی ثقاہت کی بنا پر تقرر کیا۔ حضرت معاذ بن جبل کا علم میں پایہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے۔ جس میں آپ کو حلال و حرام کا سب سے بڑا عالم قرار دیا گیا۔ 18 رسول اللہ ﷺ نے چار صحابہ امام سے قرآن سیکھنے کی تلقین کی ان میں سے ایک معاذ بن جبل بھی ہیں۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے:

((اسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ، مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بن جبل)) 19

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار اشخاص سے قرآن پڑھو، عبد اللہ بن مسعود، ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل۔

نبی کریم ﷺ نے یمن بھیجتے وقت ان کے مقام و مرتبہ کو پسند فرماتے ہوئے ان کے سینے پر ہاتھ مارا جس سے حضرت معاذ بن جبل کا رسوخ فی العلم واضح ہوتا ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور آپ کا شمار کاتبین وحی میں ہوتا تھا اور عہد صدیقی و فاروقی میں درس ارشاد فرماتے تھے۔ آپ نے عہد صدیقی و فاروقی میں بھی معلم کے فرائض سر انجام دیئے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو آپ ﷺ نے یمن کا معلم، قاضی اور مبلغ بنا کر بھیجا۔ روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا:

جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو گے تو کس طرح کرو گے؟ معاذؓ نے کہا: اللہ کی کتاب کے مطابق، اگر اس میں نہ ملا تو رسول کی سنت کے مطابق، اور اگر وہاں بھی نہ ملا تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: الحمد للہ! جس نے رسول کے نمائندے کو وہ بات سمجھائی جس پر رسول راضی ہیں۔ 20

حضرت معاذؓ علم، حکمت اور بیان کے اعتبار سے تعلیمِ شرعی کے نمائندہ معلم تھے۔ ان کی تقرری اس بات کی دلیل ہے کہ معلم صرف قاری نہیں بلکہ فقیہ اور مفکر بھی ہونا چاہیے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ:

معاذ بن جبلؓ حلال و حرام میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ 21

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ دس ہجری میں حضرت ابو موسی اشعری کو یمن کے علاقے عدن اور زبید میں بطور معلم و حاکم بنا کر بھیجا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری میں قائدانہ صلاحیتیں اور معلمانہ اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ بیک وقت قاری، حافظ، عالم، فقیہ اور قاضی تھے اس لیے آپ

ﷺ نے ابو موسی اشعری کا تقرر کیا۔ ابو موسیٰ اشعری درس قرآن مجید میں گہرا شغف اور مہارت رکھتے تھے۔ حضرت معاذ نے ابو موسیٰ اشعری سے پوچھا کہ آپ کس طرح قرآن پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کھڑے ہو کر بیٹھ کر، سواری پر، اس کے حصے بنا کر پڑھتا ہوں اور مختلف اوقات میں پڑھتا ہوں۔[22]

حضرت ابو موسیٰ اشعری کی خوبصورت آواز کی بزبان رسالت ﷺ یوں تعریف کی گئی:

((عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : يَا أَبَا مُوسَى لَقَدْ أُعْطِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ))[23]

ابو موسیٰ کو آل داود کے مزامیر میں سے مزمار (حسن آواز) عطا کیا گیا ہے۔

عہد فاروقی میں آپ کو کوفہ اور بصرہ کا امیر بنایا گیا اور دونوں مقام میں آپ نے اپنی مجلس درس منعقد کی اور کتاب و سنت اور فقہ کی تعلیم دی۔ اور بطور معلم اپنی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا اور فرمایا کہ نرمی اختیار کرنا، سختی نہ کرنا، بشارت دینا، نفرت نہ پیدا کرنا۔[24] ابو موسیٰؓ نے تعلیم کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو نرم کیا، قبیلوں کے درمیان محبت پیدا کی اور قرآن کے ذوق کو عام کیا۔ ان کی تعلیم فنِ تجوید، حسنِ اخلاق اور ضبطِ نفس کا حسین امتزاج تھی۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے ابو موسیٰ اشعریؓ تلاوت میں معروف اور تعلیم میں نرمی و شفقت کے پیکر تھے۔[25]

ستر قراء اور منذر بن ساعدی رضی اللہ عنہم:

صفر 4ھ میں ابو براء عامر بن مالک کلابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ اہل نجد کی تعلیم و تبلیغ کے لیے معلم بھیج دیں تو وہ لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے قراء صحابہ میں سے ستر افراد کو منتخب کیا اور ان کا امیر مندر بن عمرو ساعدی کو بنایا۔ البتہ آپ ﷺ کے معلمین و قراء کو دھوکے سے شہید کر دیا گیا۔[26]

عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ :

سلطنت کا ایک اہم ضلع نجران تھا جس پر قیس بن الحسین کو گورنر مقرر کیا گیا تھا لیکن تعلیمی، فقہی اور عدالتی امور کے لیے رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو مقرر کیا۔ ان کی تعلیمی ذمہ داریوں کے متعلق آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو نجران بھیجا تا کہ انہیں قرآن و سنت کی روشنی میں دین اسلام کی تعلیم دیں اور ان سے زکوۃ وصول کریں۔[27]

رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو ایک مکتوب بھی دیا جس میں تعلیمی اور دیگر ذمہ داریاں رقم کی گئیں تھیں۔ امام بہقی نے اپنی سند کے ذریعے رسول کریم ﷺ کا وہ خط نقل کیا ہے جو آپ ﷺ نے عمرو بن حزم کو روانگی کے وقت لکھ کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اہل یمن کو دین سمجھائیں، سنت کی تعلیم دیں اور ان سے زکوۃ وصول کریں۔[28]

ڈاکٹر حمید اللہ ﷺ عمرو بن حزم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

دیگر ذمہ داریوں کے علاوہ تعلیمی امور میں بھی ان کا تقرر کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اُن کی اہلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کا تقرر فرمایا تھا۔[29]

تقویٰ، امانت اور سیرت کی پاکیزگی:

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾[30]

یہ اصول واضح کرتا ہے کہ ذمہ داری کے لیے قوت و امانت دونوں لازمی صفات ہیں۔ تعلیم چونکہ اخلاقی و روحانی قیادت کا فریضہ ہے، اس لیے معلم کا کردار اعتماد، دیانت اور صداقت کا آئینہ دار ہونا ضروری تھا۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ :

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح جلیل القدر صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں نبی کریم ﷺ نے ان کے معلمانہ اوصاف اور صلاحیت ولیاقت کی بنیاد پر انہیں بطور معلم بنا کر بھیجا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ یمن سے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص بھیجو جو ہم کو اسلام اور سنت کی تعلیم دے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

((لكل أمة أمين، وأمين هذه الأمة))[31]

یہ اس امت کا امین ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا تقرر نبی ﷺ نے اُن کے اندر امانتداری اور تعلیمی صلاحیتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کی شخصیت میں علم، زہد، تقویٰ اور دیانت جمع تھیں۔ ان کا کردار اس بات کی عملی مثال ہے کہ نبی ﷺ کے نزدیک معلم وہی ہے جو قول و عمل دونوں میں امانتدار ہو۔

ابن حجر لکھتے ہیں:

ابو عبیدہؓ زہد و علم میں کامل اور لوگوں کے لیے امانت کا معیار تھے۔ [32]

حضرت زید بن ثابت ؓ :

حضرت زید بن ثابتؓ کو رسول اللہ ﷺ نے کم عمری میں ہی قرآنِ مجید کی تعلیم و تحریر کے لیے منتخب فرمایا۔ وہ کاتبِ وحی اور معلمِ قرآن دونوں حیثیتوں سے ممتاز تھے۔ نبی ﷺ نے ان کی ذہانت، تیز فہمی اور امانت کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ یہود کے ساتھ خط و کتابت کے لیے عبرانی زبان سیکھ لیں۔ زیدؓ نے صرف سترہ دن میں یہ زبان سیکھ لی جو ان کی تعلیمی صلاحیت کی روشن دلیل ہے۔ نبی ﷺ نے مجھے عبرانی سیکھنے کا حکم دیا، چنانچہ میں نے سترہ دن میں وہ زبان سیکھ لی اور حضورؐ کے خطوط پڑھنے اور لکھنے لگا۔[33]

بعد ازاں زید بن ثابتؓ کو قرآنِ مجید کی جمع و تدوین کے لیے منتخب کیا گیا۔ یہ فریضہ انہوں نے نہایت امانت اور علمی بصیرت سے انجام دیا۔ ابن سعد لکھتے ہیں: زید بن ثابتؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے قرآن کو مکمل حفظ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے بعد تدوینِ قرآن کی قیادت کی۔[34] زید بن ثابتؓ کی تقرری سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے نزدیک معلم کی بنیادی شرط علمی مہارت، امانت، اور ذہانت اور تیز فہمی تھی۔ ان کی شخصیت نے علم و عمل کے امتزاج کی عملی مثال قائم کی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ :

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو نبی ﷺ نے کوفہ کا معلم و قاضی مقرر فرمایا۔ وہ درس کے دوران طلبہ کے فہم کے مطابق بات کرتے اور کہتے لوگوں کو وہی بات بتاؤ جو ان کے فہم میں آسکتی ہو۔ دعوت اور تعلیم میں حکمت، فہم و فصاحت بنیادی اوصاف ہیں۔

ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ:

ابن مسعودؓ لوگوں سے علم ان کی استعداد کے مطابق بیان کرتے تا کہ وہ اکتا نہ جائیں۔[35]

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((نُصِرْتُ بِالشَّبَابِ))36

اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نوجوانوں میں صلاحیت دیکھ کر ان پر اعتماد فرماتے تھے۔

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ :

حضرت عتاب بن اسیدؓ کو آپ ﷺ نے فتحِ مکہ کے بعد معلم و امیر مکہ مقرر فرمایا حالانکہ ان کی عمر صرف اکیس برس تھی۔ ان کی تقرری سے واضح ہوا کہ عہدِ نبوی میں معیار عمر نہیں بلکہ اہلیت و قابلیت تھی۔ طبری لکھتے ہیں کہ عتاب بن اسیدؓ کو ان کے فہمِ دین اور استقامت کی بنا پر معلم و نگرانِ مکہ مقرر کیا گیا۔37

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ :

حضرت ابوہریرہؓ کا شمار ان معلمین میں ہوتا ہے جنھوں نے حدیث و سنت کی تعلیم کے ذریعے دینِ اسلام کے علمی سرمائے کو محفوظ کیا۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چار سال تک مسلسل رہے اور فرمایا کرتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کا علم حاصل کیا، ایک کو پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر پھیلا دوں تو میری گردن کاٹی جائے۔38 ابوہریرہؓ مدینہ میں تعلیمِ حدیث کے لیے معروف تھے۔ ان کے شاگردوں میں سینکڑوں تابعین شامل ہیں۔ ان کی تعلیم میں یادداشت، فہم، اور عمل تینوں کی جامعیت نظر آتی ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ ابوہریرہؓ وہ صحابی ہیں جن سے سب سے زیادہ احادیث روایت ہوئیں اور جنھوں نے علم کے تحفظ کا عظیم فریضہ انجام دیا۔39 ان کی شخصیت نے اسلامی علوم کی تدوین میں بنیادی کردار ادا کیا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ عہدِ نبوی میں معلمین صرف مبلغ نہیں بلکہ علم کے محافظ اور ناقلینِ سنت بھی تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ :

حضرت ابن عباسؓ کم عمری ہی میں نبی ﷺ کی صحبت سے علم حاصل کرنے والے ممتاز صحابہ کرام میں شامل تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی:

((اللهم فقهه في الدين وعلمه التأويل))40

اے اللہ! اسے دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما۔

یہ دعا ان کی علمی عظمت کی بنیاد بن گئی۔ ابن عباسؓ بعد میں مدینہ اور مکہ کے معلمِ قرآن بنے۔

ان کے دروسِ تفسیر میں اکابر تابعین شریک ہوتے اور قرآن کے معانی پر تبصرہ کرتے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں :

ابن عباسؓ تفسیر و تاویل میں امت کے امام تھے، ان سے علم کا ایک سمندر جاری ہوا۔41

ان کی شخصیت نے یہ واضح کیا کہ تدریسِ قرآن میں فہم، تفسیر اور استنباط لازم صفات ہیں۔ ان کے مکتب نے بعد میں اسلامی علوم کے بنیادی اصول مرتب کیے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ :

حضرت ابن رواحہؓ وہ معلم ہیں جنھوں نے شعر و ادب کو تعلیمِ اسلام کے لیے ذریعہ بنایا۔ نبی ﷺ انہیں بطورِ معلم اور شاعر مقرر کرتے جو اشعار کے ذریعے دینی تعلیم، اصلاحِ اخلاق اور جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ پیدا کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عبداللہ بن رواحہؓ کے اشعار دشمن پر تیر سے زیادہ اثر رکھتے ہیں۔42 یہ اندازِ تعلیم ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے تعلیم کے لیے فطری اور تخلیقی ذرائع بھی استعمال فرمائے۔ حضرت ابن رواحہؓ نے مدینہ میں بچوں اور نوجوانوں کو قرآن، اخلاق اور شجاعت کی تعلیم دی۔

جنگ بدر کے قیدیوں کا بطور معلمین تقرر:

رسول کریم ﷺ نے تعلیمی ترقی کے لیے کوئی موقع ضائع نہیں کیا اور اس کے لیے غیر مسلموں کو بھی استعمال کیا۔ جنگ بدر کے قیدیوں میں سے جو پڑھے لکھے افراد تھے نبی کریم ﷺ نے ان کے ذمہ لگایا کہ وہ دس دس افراد کو لکھنا سکھا دیں اور آزادی حاصل کر لیں۔[43]

رسولِ اکرم ﷺ کے وصال کے بعد خلفائے راشدینؓ نے تعلیم و تربیت کے نظام کو نہ صرف بر قرار رکھا بلکہ اسے مزید منظم اور وسعت دی۔ ان کے عہد میں تعلیم کو ریاستی سطح پر نظامی فریضہ قرار دیا گیا۔ مدارس، مکاتب اور مساجد میں تدریسِ قرآن و سنت کا با قاعدہ نظام قائم ہوا۔ خلفائے راشدینؓ نے معلمین کے تقرر میں ہمیشہ انہی اصولوں کو پیشِ نظر رکھا جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائے تھے۔

علم و تقویٰ، امانت، حکمت، فہمِ دین، صبر و حلم، اور عدل۔

حضرت ابو بکر و عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہما نے تعلیمِ دین کو حکومت کی اولین ترجیح بنایا اور ہر شہر میں قاری و معلم مقرر کیے تا کہ قرآن کی تعلیم عام ہو۔[44]

خلاصہ

عہدِ رسالت میں معلمین کی تقرری کوئی معمولی انتظامی عمل نہیں، بلکہ ایک حکمت آمیز اور مبنی بر اصول تعلیمی پالیسی کا حصہ تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے معلمین کے انتخاب کے لیے جامع اور واضح معیارات مقرر فرمائے، جن میں علم و فہم کی گہرائی، اخلاقی قدروں کا اعلیٰ معیار، تدریسی مہارت اور نفسیاتی بصیرت کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ نے ہر معلم کو اس کی ذاتی صلاحیت، قبائلی حالات اور مقامی ضروریات کے تناظر میں منتخب فرمایا، جس سے تعلیم کا عمل مؤثر اور ہمہ گیر بن سکا۔ ان تقرریوں میں ہر فرد کی نفسیات اور اس کی ذمہ داری کی مناسبت کو ملحوظ رکھا جاتا تھا، جس سے نہ صرف تعلیمی معیار بلند ہوا بلکہ معاشرتی اعتماد اور نظام کی مضبوطی بھی قائم ہوئی۔ اس پورے عمل سے رہتی دنیا تک کے لیے یہ درس ملتا ہے کہ ایک کامیاب تعلیمی نظام کی بنیاد معلمین کے انتخاب میں احتساب، بصیرت اور اصول پسندی پر ہونی چاہیے۔ آج کے دور میں بھی یہ نبوی ماڈل تعلیمی اصلاح اور معیاری تدریسی عملے کی تشکیل کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

حوالہ جات

---

[1] القرآن 2:29

[2] القرآن 33:21

[3] ایضاً۔

[4] القرآن 2:62

[5] اطہر مبارکپوری، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، 5۔

[6] محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب معاذ بن جبل وزید بن ثابت وابی وابی عبیدۃ بن الجرح رضی اللہ عنھم، حدیث: 3790، 2/219۔

[7] محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب کتاب السنۃ، باب: الانتفاع بالعلم والعمل بہ، حدیث: 250۔

[8] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ امتہ الی توحید اللہ تبارک وتعالی، حدیث: 7372۔

[9] محمد یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب کتاب السنۃ، باب: فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث: 229۔

---

10 القرآن 68: 4

11 ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ﷺ، 2/ 322۔

12 ایضاً، 2/323۔

13 ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ﷺ، 1/434۔

14 یسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کا نظام حکومت، (علی گڑھ: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، 1994ء، طبع اول)، 94۔

15 محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن القیم، زاد المعاد (مترجم، رئیس احمد جعفری) (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1975ء)، 2/51۔

16 محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مقدم النبي ﷺ وأصحابه المدينة حدیث: 3925۔

17 احمد بن علی بن حجر العسقلانی، الإصابة في تمييز الصحابة، 2/190۔

18 محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، 2/274۔

19 محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب معاذ بن جبل، حدیث: 3806۔

20 سلمان بن اشعث ابی داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، حدیث: 3592۔

21 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 2/368۔

22 محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب بحث أبي موسى و معاذ إلى اليمن قبل حجة الوداع، حدیث: 4341۔

23 ایضاً، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوب بالقراءۃ القرآن، حدیث: 3855۔

24 ایضاً، کتاب العلم، حدیث: 69۔

25 ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 4/1620۔

26 ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ﷺ، 2/100۔

27 ابن عبد البر، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، 2/517۔

28 البيهقي، دلائل النبوة، 5/411۔

29 حمید اللہ، اسلامی ریاست، (لاہور: الفیصل ناشران، 2005ء)، 121۔

30 القرآن 26:28

31 محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اخبار الآحاد باب ماجاء في إجازة خبر الواحد الصدوق في الآذان والصلاة والصوم والفرائض والأحكام: 7255

32 ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، 4/255۔

33 سلمان بن اشعث ابی داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب العلم، حدیث: 3645۔

34 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 2/357۔

35 ابن عبد البر، جامع بیان العلم و فضلہ، (قاہرہ: دار الفکر، 1994ء)، 1/53۔

36 احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، 2/553۔

37 الطبری، تاریخ الرسل والملوک، 2/339۔

38 محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، حدیث: 120۔

39 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 4/332۔

40 محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حدیث: 143۔

41 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 8/363۔

---

42 ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 3/1120۔

43 ابن سعد، الطبقات الکبری، 2/22۔

44 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 3/212-